ورکنگ کلاس کو تحریک انصاف ٹکٹ دے گی؟

تحریر: سہیل احمد لون

میں حیرت میں ڈوبا سوشل میڈیا پر اس اعلان کو پڑھ رہا تو جو پاکستان تحریک انصاف کے ایک قائد نے این۔اے 120 سے انتخاب لڑنے کا کیا تھا۔ یہ حلقہ پانامی لیگی وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کا ہے۔ سیاست، صحافت، شاعری، کالم نویسی، موسیقی اور معلم جیسے مقدس رجحانات کے حامل اس قائد کا چند سال پہلے میں نے سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے سرکاری میگزین میں ایک انٹرویو پڑھا تھا جس میں انہیں لاہور کی گلیوں کا سقراط لکھا گیا تھا۔ لاہور شہر میں عزت بچانا بہت بڑا کارنامہ ہے چہ جائیکہ عزت کمانے کا خواب دیکھنا اور پھر اُس کی تعبیر بھی پالینا۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ اس سے پیار بھی کرتے ہیں اور نوجوانوں کی ایک نسل اُسے سیاست میں اپنا رول ماڈل بھی سمجھتی ہے۔ اُس نے ایک نسل کو پڑھایا بھی ہے اور اُس کی سیاسی تربیت بھی کی ہے۔ ایک سینئر قلم کار نے اُسے ورڈ اسمتھ لکھا۔ وہ واقعی الفاظ سوچتا نہیں تخلیق کرتا ہے اور میں انتہائی ذمہ داری سے لکھ رہا ہوں کہ تحریک انصاف کے بہت سے ''معروف'' قائدین نے اتنے الفاظ اپنی زندگی میں بولے بھی نہ ہوں گے جتنے اُس نے تخلیق کیے ہیں۔ وہ تحریک انصاف کی پروڈکشن نہیں بلکہ معراج محمد خان کے ساتھ اپنی سیاسی جماعت تحریک انصاف میں ضم کرکے اُس کا حصہ بنا۔ وہ شوشلسٹ نظریات کا حامل ہے اور اپنے طبقے سے اُس کی محبت بعض اوقات اُسے سیاسی شرک تک لے جاتی ہے جو یقیناً تحریک انصاف میں موجود سرمایہ داروں اور جماعت اسلامی کے تربیت یافتہ انصافین کو ناگوار گزرتی ہوگی لیکن اُسے سچ بولنے کی عادت نہیں مرض ہے اور اس کیلئے وہ کبھی یہ پرواہ نہیں کرتا کہ اُس کے سچ سے کون ناراض ہوتا ہے اور کون خوش۔ اُس کی سیاست کا آغاز پاکستان قومی محاذ آزادی کے سٹڈی سرکل سے ہوا جب وہ سکول بوائے تھا اور یہ سفر آج تک جاری و ساری ہے۔ ایک دن میں نے پوچھ لیا کہ ''آپ طالبان کے خلاف اتنا بے باک لکھتے ہیں' آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور لاہور شہر میں بیٹھے ہیں جہاں سے گورنر کا بیٹا اغوا کیا جارہا ہے' اور اب جب مذاکرات کی بات ہو رہی ہے تو آپ بھی نرم قلم سے لکھ لیا کریں''۔ اُس نے لاپرواہی سے کہا ''جب کوئی ریاست کسی دہشت گرد گروہ سے برابری کی بنیاد پر مذاکرات کیلئے تیار ہو جائے تو وہ اپنا وجود کھو دیتی ہے۔ سیاستدان جو چاہیں کرلیں مذاکرات قیامت تک ممکن نہیں' کیونکہ مذاکرات کا مطلب پاکستان کی افواج کو دہشتگردوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر بیٹھانا ہے جس پر فوج کبھی راضی نہیں ہوگی اور جن کی یہ خواہش ہے کہ مذاکرات کے ذریعے فوج کو طالبان کے ساتھ برابری کی بنیاد پر لے آیا جائے وہ افواجِ پاکستان سے بدلا لے رہے ہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود مذاکرات نہیں ہوں گے' اُس نے یکلخت رک کر میری آنکھوں میں جھانکا اور کہا لون صاحب سوشلسٹوں نے طالبان کے پیدائش سے بہت پہلے افغانستان کے پہاڑ دیکھے ہیں میں اُن پہاڑوں کو اور وہ مجھے جانتے ہیں' مجھے خوف بارود سے نہیں جہالت سے آتا ہے اور میری دقت پسند طبیعت آسان اور قابلِ گرفت رستوں کی قائل بھی نہیں ہے' جو محرومیوں اور غلامی میں نے دیکھی ہے میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے بعد کی نسل بھی دیکھے ممکن ہے میں اس جنگ میں ہار جاؤں لیکن میں اس سے دستبردار نہیں ہوسکتا''۔ اور اس کے بعد اُس نے پے در پے مذاکرات کی ناکامی کے حوالے سے لاتعداد کالم لکھ دیئے جو آج بھی

میرے پاس محفوظ پڑے ہیں جن کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ جیسے وہ سب پہلے جانتا تھا۔ اُس کی تحریروں اور تجزیے میں جان تھی لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ مذاکراتی ٹیمیں تشکیل دی جا رہی تھیں' عرفان صدیقی اور چند دوسرے لوگ پیش پیش تھے' عمران خان بھی اُن مذاکرات کا حامی تھا لیکن میرا دوست مجھے بار بار کہتا تھا کہ عمران خان اپنے موقف میں تبدیلی لائے گا وہ ابھی مذہبی انتہا پسندی کے حقیقی چہرے سے واقف نہیں اور پھر اُس کا یقین میرے گمان پر غالب آ گیا 16 دسمبر کا سانحہ ہوا اور سب کچھ بدل گیا لیکن اُس کے چہرے پر فتح کی کوئی مسکراہٹ نہ تھی جیسے چھوٹے میدان جیت کر بڑے جنگجوؤں کے چہرے سپاٹ ہو جاتے ہیں وہ بالکل سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ بلا کا جملے باز اور لطیفہ گو ہے اور اُس کے قریبی دوست اُس کی محفل کو ترستے رہتے ہیں۔ شام ہوتے ہی اُس کے موبائل کی گھنٹی بجنا شروع ہو جاتی ہے اور لاہور شہر کے لاتعداد ڈیروں پر لگے سیاسی اور ادبی ہجوموں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ آج چند گھنٹے ہمارے ساتھ گزارے لیکن وہ انتہائی زیرک سیاسی ورکر ہے وہ اپنے سیاسی حلقہ سے باہر جانے کو کبھی فوقیت نہیں دیتا۔ تحریک انصاف کے انٹرا پارٹی الیکشن کی منسوخی کے بعد جب لاہور کا صدر علامہ اقبال کے پوتے اور جنرل سیکرٹری سابق گورنر میاں اظہر کے بیٹے کو بنا دیا گیا تو میں نے اُسے وائس میسج کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ تو اُس نے اپنا خوب صورت شعر ارسال کر دیا کہ

کہاں تھے سب یہی سورج تراشنے والے

اکیلا جب میں بدن کو الاؤ کرتا تھا

میں نے اپنی سات سالہ دوستی میں جب بھی اُسے فون کر کے کوئی موضوع ڈسکس کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ پہلے ہی مکمل تیاری کے ساتھ بیٹھے تھا۔ میں نے آج تک یادداشت کے حوالے سے کسی شخص کو اتنا حاضر دماغ نہیں پایا۔ وہ آئیڈیاز کی مشین ہے اُس کے استاد ریاض منیر جن کے پاس وہ میٹرک میں پڑھتا تھا اُن کا کہنا ہے کہ "وہ بچپن سے ہی ایسا ہے' انتہائی شرارتی اور انتہائی ذہین۔ اُس نے کبھی نصابی کتب کو اہمیت نہیں دی تھی اور ہمیشہ حیران کن نتائج دیئے"۔ برادرم حافظ شفیق الرحمان کا کہنا ہے کہ "ہم دو متصادم نظریات رکھنے کے باوجود بہترین دوست ہے بلکہ وہ سینئرز کا اتنا احترام کرتا ہے کہ لوگ اُس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ انتہائی باحیا نوجوان ہے جس کے جوان کندھوں پر انتہائی بزرگ سر ہے' الفاظ اُس کے ہاں ایسے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں جیسے خاندانِ بنو عباس کے دربار میں لونڈیاں کھڑی ہوتی تھیں' وہ بہترین مقرر اور باکمال نثر نگار ہونے کے علاوہ اشعار کو خوبصورت لب و لہجے میں پڑھنے پر بھی کمال قدرت رکھتا ہے"۔ حافظ شفیق الرحمان چیئرمین ورلڈ کالمسٹ کلب کے یہ الفاظ یقیناً اُس کیلئے سند سے کم نہیں کہ حافظ شفیق الرحمان بلاوجہ کسی کو تعریفی سند عطا کرنے والی ہستی نہیں ہیں۔ اجمل نیازی نے اپنی تحریروں میں اکثر اُس کا ذکر انتہائی محبت اور احترام سے کیا نیازی صاحب اُس کی بہادری اور علم دوستی کے گرویدہ ہیں۔ وہ عمران خان کے ابتدائی ساتھیوں میں سے ایک اور لاہور کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اُس کے نزدیک لاہور شہر نہیں محبوبہ ہے' لوگوں کو آسیب چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں لیکن جسے لاہور لگ جائے اُس کی آخری آرام گاہ میانی صاحب ہی ہوا کرتی ہے۔ وہ عجیب شخص ہے کہ اس مادیت پرستی کے دور میں بھی اپنی ضرورتوں اور دوسروں کی سہولتوں بارے ہی سوچتا رہتا ہے۔ اُس کا موبائل بند نہیں ملتا' وہ ہر وقت سب کو دستیاب ہوتا ہے اور ابستم یہ ہے کہ اُس نے این۔ اے 120 سے تحریک انصاف کے پلیٹ

فارم سے الیکشن لڑنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔اُس کے دوستوں نے اُسے سوشل میڈیا پر بہت مبارک بادیں دیں لیکن میں نے لکھا کہ ”جناب اچھے کھلاڑیوں سے پانچ سال نیٹ پر پریکٹس کروائی جاتی ہے لیکن ٹیسٹ میچ سے پہلے وہ لوگ آجاتے ہیں جن کا کرکٹ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔اُس نے جواب دیا کہ ”لون صاحب!نواز شریف لاہور سے جب بھی ہار تحریک انصاف کے کسی فاتے کش ورکر سے ہارے گا‘نواز شریف کو صرف طبقاتی بنیادوں پر شکست دی جاسکتی ہے ورنہ اگر آپ سو پراڈو والے کے مقابلے میں دو پراڈو والا امیدوار لائیں گے تو لوگ سو پراڈو والے کو ہی ووٹ دیں گے‘میں چیئرمین کو قائل کرنے کی کوشش کروں گا۔آخر ورکنگ کلاس کا بھی کوئی تو کوٹا ہوگا اگر میں بیس سال بعد بھی تحریک انصاف کے ٹکٹ کے معیار پر پورا نہیں اترتا تو پھر مجھے بہت کچھ سوچنا ہوگا“۔میرے اس دوست کا نام جمشید بٹ ہے جو قلمی نام خواجہ جمشید امام کے نام سے لاہور کے علمی‘ادبی اور صحافتی حلقوں میں پہچانا جاتا ہے۔بات اب دو دیانتدار انسانوں کے درمیان آ پھنسی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ این۔اے 120 سے ہونڈا۔125 پر گلیوں کی خاک چھاننے والے کو عمران خان فوقیت دیتا ہے یا ایک بار پھر ٹکٹوں کی تقسیم کے بعد قوم سے معافی مانگی جائے گی۔

تحریر:سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

22-01-2017